مولانا ابوالکلام آزاد کی نثر

ڈاکٹر محمد حسن

ابوالکلام آزاد کی نثر رومانوی انانیت، تخیل کی فراوانی اور شدتِ جذبات کا اعلیٰ ترین مظہر کہی جاسکتی ہے۔ ان کی آواز بلندیوں سے آتی ہے اور ان کی بلند و بالا شخصیت شعلے کی طرح آسمانوں سے نیچے نہیں اترتی۔ ابوالکلام ایک پیغمبرانہ سطوت سے بولتے ہیں۔ ان کے لہجے میں انفرادیت کی وہ کھنک ہے جو اس دور کے کسی اور نثر نگار کے ہاں نہیں ملتی۔ ابوالکلام نے جس عظمت، جبروت اور اعتماد کے ساتھ ''میں'' کا لفظ استعمال کیا ہے۔ عہدِ جدید میں برنارڈ شا اور خلیل جبران کے علاوہ کسی نے استعمال نہیں کیا۔ ابوالکلام کی انفرادیت اس دور کی عظیم ترین تخلیقات میں شامل کی جاسکتی ہے۔ بقول قاضی عبدالغفار:

> ''اردو ادب میں کوئی دوسرا ادیب ایسا نظر نہیں آتا جس نے اس شدت کے ساتھ اپنی انفرادیت کے تازیانے عوام کی ذہنیت پر مارے ہوں۔''

اس خودداری اور انانیت کے پیچھے رومانوی ادیب کی انفرادیت پرستی ہے جسے حقیقت سے زیادہ تخیل سے محبت ہوتی ہے۔ وہ زمین کی پستیوں سے نظر اٹھا کر اتنی دیر تک کہکشاں اور ستاروں پر نظریں جمائے رہتا ہے کہ پھر بمشکل ہی واپس آسکتا ہے۔ ابوالکلام کی انفرادیت بھی اسی رومانویت کے بعد کے خمیر سے بنی ہے۔ وہ حال کا تصور کرتے ہیں تو محرومی، پستی اور افسردگی کے جذبات کے ساتھ کیونکہ ماضی اور مستقبل دونوں ایک رومانوی دھند میں لپٹے ہوئے ہیں اور حال ایک ایسی تکلیف دہ سچائی کی طرح سامنے پڑا ہے جو ابھی تک دفنائی نہیں گئی۔ ان کے آدرش بلند اور تخیل بے پایاں ہے۔ وہ کسی حقیقت سے سمجھوتہ نہیں کرسکتے بلکہ حقیقتوں کو اپنی شخصیت کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کرتے ہیں اور جب اس راہ میں دکھ اٹھاتے ہیں تو آہنی دکھ درد کو پھول سمجھ کر چن لیتے ہیں اور اسی افسردگی کو اپنا مزاج قرار دے لیتے ہیں۔ ان کی زندگی ایک خواب ہے۔ ان کا جہان ایک آئینہ خانہ ہے جو خود ان کی اپنی پرچھائیوں سے معمور ہے۔ اس کے علاوہ پستی، تاریکی اور افسردگی کے سوا اور کچھ نہیں۔

ابوالکلام میں تبدیلی کی خواہش اسی رومانوی جذبے سے پیدا ہوتی ہے۔ وہ دوم درجہ کی کسی شے سے بھی سمجھوتہ کرنا نہیں چاہتے۔ وہ دیوقامت شخصیتوں کا جہان چاہتے ہیں اور تبدیلی کی یہی خواہش انقلاب کی آرزو میں تبدیل ہوجاتی

ہے۔حال سے بے پناہ نفرت، جذباتی اور جمالیاتی نا آسودگی کا شدید احساس اور تخیل کی بے کراں وسعت یہی ان کا بنیادی آہنگ ہے:

’’میری طرف دیکھو، میں ایک انسان تم میں موجود ہوں جو سالہا سال سے صرف ایک ہی صدائے دعوت بلند کرتا رہا ہوں۔ میں صرف ایک بات کی طرف تڑپ تڑپ کر پکارر ہا اور لوٹ لوٹ کر بلا رہا ہوں۔ تم نے ہمیشہ اعراض کیا بلکہ غفلت وانکار کی ساری سنتیں تازہ کردیں۔ افسوس تم میں کوئی نہیں جو میری زبان سمجھتا ہو۔تم میں کوئی نہیں جو میرا آشنا سا ہو۔‘‘ (تذکرہ)

ابوالکلام کی نثر میں ایک صاعقہ بردوش شخصیت تڑپ رہی ہے۔ ایک سچے رومانوی کی طرف انھیں حال کی سطحیت اپنی طرف متوجہ نہیں کرتی۔ وہ اپنے مصائب کو بھی نا قابل اعتنا جانتے ہیں اور تخیل کی بلندی اور اپنے ماحول کی ہمت شکنی انھیں پست حوصلہ نہیں کرتی۔ ان کی انفرادیت افسردگی کو سقراط کے جام کی طرح پیتی ہے اور تخیل کے بہتر جہاں میں زندگی گزارنا گوارا کرلیتی ہے۔

ابوالکلام نے شیخ بہلول دہلوی کے خاندان سے متعلق ہونے پر جگہ جگہ فخر کیا۔ ان کے آباء نے اکبر کی امامت کے محضر پر دستخط کرنے سے انکار کردیا تھا اور اس سرکشی پر سردھڑ کی بازی لگادی تھی۔ ابوالکلام کو اس سرفروشی پر فخر ہے۔ اپنے خاندان اور اپنے ماضی کا تذکرہ ان کے ہاں جگمگاتی قندیلوں اور چاندنی راتوں کے ساتھ آتا ہے اور ہر حالت میں ان کی نثر جذباتی وفور سے اس قدر لبریز ہوتی ہے کہ فکر کی میانہ روی اور اعتدال پر غالب آجاتی ہے۔ ان کا جہان برق ورعد کا جہان ہے۔ ان کی دنیا قوسِ قزح کے مدھم رنگ نہیں، سمندروں کا زیروبم اور آتش وآہن کی موسیقی ہے۔

ابوالکلام نے نثر کو نثریت سے آزاد کرایا اور ایک علیحدہ اسلوب کی بنیاد رکھی۔ ان معنوں میں وہ عہدِ جدید کے پہلے صاحبِ طرز نثر نگار ہیں جس نے اپنے طرز کے زیر اثر حکمت وفلسفہ کے دبستانوں کو اپنے نغمہ ورنگ کے آگے بے کیف کردیا۔ ان کی نثر حکیمانہ ہونے سے زیادہ کچھ اور بھی ہے۔ وہ تاریخ، سیاست اور فلسفہ کا محض ذریعہ اظہار نہیں بلکہ ان سب سے بالاتر ایک آتش نوا انفرادیت کی آواز ہے اور اس کی آواز میں خود اپنی ایک جاذبیت ہے۔

ان کی نثر الفاظ وتصورات کا ایک طغیان ہے۔ ان کی انفرادیت پرستی پر رومانویت کا گہرا اثر ہے لیکن ان کی شخصیت، ان کے تصورات اور ان کے تخیل کی دنیا تمام تر مشرقی ہے۔ ان کی نثر میں عبرانی شاعری کا سا جوش پایا جاتا ہے جسے ایک نقاد نے صحرا میں ایک تناور درخت کے جلنے سے تشبیہ دی تھی۔ ایک نمونہ دیکھیے:

’’اپنی سرگزشت اور روئیدادِ عمر لکھوں تو کیا لکھوں۔ ایک نمودِ حباب اور ایک جلوۂ سراب کی تاریخ قلم بند ہو تو کیونکر؟ دریا میں حباب تیرتے ہیں، ہوا میں غبار اڑاتے ہیں، طوفان نے درخت گرادیے

ہیں۔ سیلاب نے عمارتیں بہادی ہیں۔ عنکبوت نے اپنی پوری زندگی تعمیر میں بسر کردی۔ مرغ آشیاں پرست نے کونے کونے سے چن کر تنکے جمع کیے۔ خرمن و برق کا معاملہ آتش وخس کا افسانہ، ان سب کی سرگزشتیں لکھی جاسکتی ہیں تو لکھ لیجیے۔ میری سوانح عمری بھی انہی میں مل جائے گی۔ نصف افسانۂ امید اور نصف ماتمِ یاس۔'' (تذکرہ)

ابوالکلام کی نثر کا ایک تاریخی اثر ہوا۔ انھوں نے ہمارے نوجوان ایشیائی ذہنوں پر انفرادیت کے تازیانے مارے ہیں اور پستی اور محرومی، ذلت اور کم ہمتی کا وہ احساس دلایا ہے جو تبدیلی کی شدید خواہش اور حال سے بے پناہ نفرت کی شکل میں ظہور پذیر ہوا۔ ان کی نثر نے اردو ادب کو ایک نیا اعتماد بخشا ہے اور اس اعتماد نے خود سے اور کائنات کے حسن سے محبت کرنا سیکھی۔

(''اردو ادب میں رومانوی تحریک''، کاروانِ ادب، ملتان، ۱۹۹۳ء، ص۳۲ تا ۳۵)

انتظامیہ